نمبر ۱۳۱ | مورخہ ۱۴ر مئی سنہ ۱۹۳۱ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۵ر ذوالحجہ سنہ ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

۱۱ مئی۔ بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بجائے چہارشنبہ کے پنجشنبہ کو قادیان رونق افروز ہونگے۔

جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ موضع ظفروال ضلع گورداسپور تشریف لے گئے۔ جہاں سکھوں نے مسلمانوں کو مسجد میں زدو کوب کیا تھا۔ اور اب یہ مقدمہ چل رہا ہے۔

قادیان سے مولوی فاضل کا امتحان دینے کے لئے امسال ۲۴ طلباء امرتسر گئے۔ ۱۱ مئی طلباء جامعہ نے انہیں ٹی پارٹی دی۔ ان کی کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔

۱۰ مئی کو مسلم کانفرنس دہلی کی قراردادوں کی تائید میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بی۔اے کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا جس میں ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے۔ ایڈیٹر سن رائز نے تقریر کی۔ اور م

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اسلام اپنی اشاعت کیلئے تلوار کی مدد کا محتاج نہیں

"مسیح موعود دنیا میں اس لئے آیا ہے۔ تاکہ دین کے نام سے تلوار اٹھانے کے خیال کو دور کرے۔ اور اپنی حجج اور براہین سے ثابت کر دکھائے۔ کہ اسلام ایسا مذہب ہے۔ جو اپنی اشاعت میں تلوار کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اس کی تعلیم کی ذاتی خوبیاں اور اسکے حقائق و معارف اور حجج و براہین اور خدا تعالےٰ کی زندہ تائیدات اور نشانات اور اس کا ذاتی جذب ایسی چیزیں ہیں۔ جو ہمیشہ اس کی ترقی اور اشاعت کا موجب ہوئی ہیں اس لئے وہ تمام لوگ آگاہ رہیں۔ جو اسلام کے بزور شمشیر پھیلائے جانے کا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اسلام کی تاثیرات اپنی اشاعت کے لئے کسی جبر کی محتاج نہیں ہیں"

(الحکم ۳۰۔ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء)

ہم ہندوستان میں ایجی ٹیشن کی تاریخ بیان کی۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے بھی تقریر کی اور ریزولیشن پاس کئے گئے۔

امریکہ میں تبلیغ اسلام

نیویارک میں تبلیغ

ابتدائے فروری کو یہ عاجز انڈیانا پلس سنسناٹی اور پیٹس برگ ہوتے ہوئے نیویارک پہونچا۔ اور اس وقت تک یہیں مقیم ہوں۔ ایک نئے مقام میں تقریروں کا انتظام ایک بہت مشکل امر ہے۔ علاوہ ازیں ہر طبقہ کے لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کا بے حد احسان ہے۔ کہ ان باتوں کے باوجود اس قلیل عرصہ میں اعلےٰ طبقہ کے لوگوں میں بہت کثرت سے تبلیغ و تقریروں کے مواقع ملے۔ اور اسلام و احمدیت کا پیغام پہونچانے کی توفیق حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علےٰ ذالک ؛

بعض تقریروں کا ذکر

بعض تقریروں کے متعلق کچھ بیان کر دینا احباب کرام کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا ؛

یہاں ہندوستانی مسلمانوں کی ایک انجمن ہے جس کا نام Muslim Brotherhood ہے۔ اس انجمن کی طرف سے ابتداء میں بہت مخالفت ہوئی۔ اس کے بعض ممبروں نے اپنے ہاں مجھے تقریر کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ مگر بعض نے جرأت کر کے اسلام کے متعلق ایک تقریر کا انتظام کیا۔ اور اخراجات بھی خود برداشت کئے۔ تقریر کے بعد ایک صاحب نے جو سب سے زیادہ مخالف تھے۔ تقریر کی جس میں میرے لیکچر کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"جماعت احمدیہ ہی ایک منفرد اسلامی فرقہ ہے۔ جو تمام غیر ممالک میں عموماً اور امریکہ میں خصوصاً تبلیغ اسلام کا عظیم الشان فریضہ ادا کر رہا ہے"

الغرض اس تقریر سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ میری مدد کرنے کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ اور ان میں احمدیت کی تبلیغ کا بہت عمدہ موقعہ ملا ؛

عید الفطر کے دن مسلمانوں نے مجھے مدعو کیا۔ میں نے اُردو میں ایک عام اخلاقی تقریر کی جس میں ان لوگوں کو اتحاد و اتفاق کا وعظ کیا۔ اور خدمت اسلام کی تلقین کی ؛

اس جلسہ میں بعض عرب مسلمان بھی موجود تھے۔ انہوں نے اپنے جلسہ میں مدعو کیا۔ تاکہ میں وہاں تلاوت قرآن کریم کروں۔ میں نے وہاں علاوہ تلاوت قرآن مجید کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عربی قصیدہ یا عین فیض اللہ والعرفان الخ پڑھ کر سنایا۔ اس سے بہت اچھا اثر ہوا ؛

ایک بہت بڑے چرچ میں لیکچر

Bronx Fellowship نامی ایک چرچ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے مذہب پر لیکچر دیئے۔ میں نے بھی اسلام پر تقریر کی۔ مجمع بہت بڑا تھا۔ سامعین کی تعداد پانچ صد سے زیادہ تھی۔ میرا تعارف کراتے ہوئے صدر نے بتایا۔ یہ صاحب مسلمان مبلغ ہیں۔ اور امریکہ کے لوگوں کو مسلمان بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس پر بعض لوگ ہنس پڑے۔ میں نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کرنے سے قبل بتایا۔ آپ لوگ ہنس پڑے ہیں۔ کہ ایک مسلمان اس ملک کے لوگوں کو مسلمان بنانے آیا ہے۔ گویا آپ لوگوں کے نزدیک یہ ناممکن بات ہے لیکن میں سب سے پہلی بات آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں امریکہ میں بہت لوگوں کو مسلمان بنا چکا ہوں۔ ایک دو شہروں میں نہیں۔ بلکہ متعدد شہروں میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور اعلےٰ طبقہ کے لوگوں میں جب ہمیں اسلام کی تعلیم پیش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ تو سمجھدار لوگ اسلام کی صداقت کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ شکاگو کے people Church میں جب میں نے تین ہزار کے مجمع میں تقریر کی۔ تو Dr Preston Bradley نے جو صدر جلسہ تھے۔ تقریر پر ریمارکس کرتے ہوئے کہا

I did not know that I was mohammadan All my life.

میں نہیں جانتا تھا۔ کہ میں اپنی تمام زندگی میں مسلمان رہا ؛

پھر میں نے بتایا میں اب اس تقریر کے ذریعہ آپ لوگوں میں سے بہتوں کو مسلمان بنانے کا عزم رکھتا ہوں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ میری تقریر سننے کے بعد اپنے آپ سے دریافت کریں کہ آیا جو تعلیم اسلام کے نام سے میں پیش کرتا ہوں۔ کیا اُسے آپ رد کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ کی ضمیر آپ کو یہی بتائیگی کہ یہ تعلیم صداقت ہے۔ اور یہی دوسرے الفاظ میں آپ کو مسلمان بنانا ہے ؛

میں نے یہ الفاظ بہت جوش سے بیان کئے۔ اور تقریر کے بعد بہت لوگ مجھ سے ملے۔ اور مبارک باد دی

ایک کلب میں تقریر

Morning Side Residence Club. نامی ایک کلب ہے۔ اس میں میں نے تقریر کی۔ اس کلب کے پریزیڈنٹ نے میری تقریر کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔ "ہم نے ان کو اس لئے دعوت نہیں دی۔ کہ یہ لوگوں کو مسلمان بنائیں بلکہ اس لئے دی ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم پیش کریں"۔

تقریر کے بعد اس کلب کی ہفتہ واری بلیٹین میں لکھا "مسلمان مبلغ کی تقریر سُن کر تمام سامعین بہت خوش ہوئے۔ اور یہ معلوم ہوا۔ کہ اسلام کے متعلق جو عجیب عجیب خیالات پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ سب غلط ہیں۔ ورنہ ہم نے ان کو اس لئے دعوت نہیں دی تھی۔ کہ عیسائیوں کو مسلمان بنائیں"۔

ایک یونی ورسٹی میں تقریر

Lexington Virginia نامی ایک شہر یہاں سے تقریباً پانچصد میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں کی یونی ورسٹی میں اسلام پر تقریر کرنے کے لئے مجھے مدعو کیا گیا۔ آمد و رفت کا کرایہ بلانے والوں نے دیا۔ میں صبح کے وقت وہاں پہونچا۔ تقریر تو رات کے وقت تھی۔ مگر دن کو کالج کے طلباء اور پروفیسروں سے ملاقاتیں ہوئیں اور گفتگو میں اس قدر دلچسپی پیدا ہو گئی۔ کہ بعض پروفیسروں کی درخواست پر ان کی جماعتوں میں کئی لیکچر دیئے گئے ؛

رات کو اصل تقریر میں مجمع بہت بڑا تھا۔ اور تقریر ایک گھنٹہ سے زائد ہوئی۔ الغرض یہ سفر بھی کامیاب اور بابرکت ثابت ہوا ؛

نیویارک کے سٹی کالج کے ایک کلب میں بھی تقریر ہوئی۔ بعد تقریر دیر تک سلسلہ سوال و جواب جاری رہا۔ بعضوں نے دُعا کے خلاف اعتراض کیا۔ اس پر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبولیت دعا کے نشانات اور معجزات بیان کرنے کا نہایت عمدہ موقعہ ملا ؛

ان تقریروں کے علاوہ اور بھی بہت کثرت سے تقاریر ہوئیں۔ اکثر جگہ رسالہ مسلم سن رائز بھی فروخت ہوا۔ اور بہت جگہ مفت تقسیم کیا گیا۔ انفرادی طور پر تبلیغ اور ملاقات اور پارٹیوں میں شمولیت وغیرہ کے ذریعہ بھی تبلیغ ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ الحمد للہ حمداً کثیراً۔

احمدی جماعتیں

شہر نیویارک میں کچھ پُرانے احمدی تھے۔ میں نے ان کی تنظیم کی اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہاں بھی ایک جماعت قائم ہو گئی۔ مختلف جماعتوں کے آمدہ خطوط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ تمام جماعتیں نہایت سرگرمی سے خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔ شکاگو اور انڈیانا پولس کی جماعتیں اس خصوص میں ممتاز ہیں۔ وہ ہدایات کے ماتحت ہفتہ میں دو دفعہ جلسہ کرتی ہیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

خوشکن امر

ایک نہایت ہی خوشکن امر یہ ہے۔ کہ ہمارے نومسلمین اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ امسال اکثر احباب نے روزے رکھے۔ اور نماز پنجگانہ سیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ؛

درخواست دعا: بالآخر میں عاجزانہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ بزرگان و احباب کرام درد دل سے دعا فرمائیں۔ کہ مولیٰ کریم میرے تمام گناہوں کو معاف کر دے۔ اور تمام مشکلات کو دُور فرما کر غیبی تائید و نصرت سے مجھ ناچیز کو خدمت اسلام میں پوری فتح و کامیابی عطا کرے ؛ عاجز مطیع الرحمٰن بنگالی ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۳۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ مئی سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

پنجاب ہندو کانفرنس کے صدر کا ایڈریس

ہندو مسلمانوں سے اسلام ترک کرانا چاہتے ہیں

ہندو مسلم سمجھوتہ اور گاندھی جی

اگرچہ گاندھی جی نے ہندو مسلم سمجھوتہ کی ضرورت اور اہمیت کا بالکل کھلے الفاظ میں اعتراف کیا۔ اس کی خاطر ہر ایک مسلم لیڈر کے آگے گھٹنے ٹیک کر درخواست کرنے کا اعلان کیا۔ اور ہندوؤں سے یہ بھی کہہ دیا۔ کہ اقلیتیں جو کچھ مانگیں۔ انہیں دے دو۔ اور جو کچھ باقی بچے۔ اس پر اکتفا کرو۔ لیکن عملی طور پر اس بارے میں انہوں نے اس وقت تک جو کچھ کیا ہے۔ وہ سوائے اس کے کچھ نہیں، کہ آل مسلم پارٹیز کے ایک جلسہ میں شریک ہو کر مسلمانوں سے کہدیا۔ کہ جب تک وہ نیشنلسٹ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنے مطالبات پیش نہ کریں گے۔ اس وقت تک ان کی کوئی بات قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی۔ اور نیشنلسٹ کا خطاب گاندھی جی نے ان مسلمانوں کو دیا۔ جو عرصہ ہوا جمہور مسلمانانِ ہند سے علیحدہ ہو کر گاندھی جی کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور جو ہر بات میں ان کی ہاں میں ہاں ملانا اپنا فرض سمجھتے ہیں :۔

مسلمانوں کی خانہ جنگی

اس طرح گاندھی جی نے نہ صرف ہندو مسلم سمجھوتہ کو ناممکن بنا دیا۔ بلکہ مسلمانوں میں خانہ جنگی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ وہ معدودے چند نام نہاد قوم پرست مسلمانوں کو جن کے متعلق سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے اشاروں پر چل رہے ہیں نیشنلسٹ کا خطاب دے کر۔ اور سمجھوتہ کا سارا دارومدار ان پر رکھ کر اس غرض سے ان کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات کے ساتھ متفق نہ ہو جائیں۔ بلکہ علیحدہ رہ کر گاندھی جی کے لئے یہ کہنے کا موقعہ بہم پہونچائیں۔ کہ جب مسلمان متحدہ مطالبات پیش ہی نہیں کرتے تو انہیں منظور کیونکر کیا جائے :۔

نیشنلسٹ مسلمانوں کی کانفرنس

اسی بات کو پُرزور بنانے کے لئے لکھنؤ میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی کانفرنس کرائی گئی۔ اور اس طرح مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کا ہی محاذ قائم کرا دیا گیا۔ لیکن اس سے بھی ان کی تسلی نہ ہوئی۔ نیشنلسٹ مسلمانوں نے گاندھی جی کی رضا جوئی کی خاطر پورا زور لگایا۔ لیکن ان کی بدقسمتی سے گاندھی جی خوش نہ ہو سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہی مسلمان جنہیں گاندھی جی نے نیشنلسٹ کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔ اور دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی قومی اور ملکی خدمات کا خاص طور پر اعلان کیا تھا جب کانگریسی اخبارات کی طرف سے ہدف ملامت بنائے گئے۔ اور فرقہ پرست قرار دیئے گئے۔ تو گاندھی جی نے ان کی بریت کے لئے ایک لفظ بھی کہنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس طرح ان ہندوؤں کو جن سے مسلمانوں کے متحدہ مطالبات تسلیم کرا لینے کا انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ موقعہ دیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے تمام مطالبات کو مسترد کر دینے کا اعلان کر دیں۔ بلکہ یہاں تک بھی کہدیں کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا مطالبہ بھی جس کے ساتھ گاندھی جی کے نیشنلسٹ مسلمان متحد ہوں قطعاً برداشت نہیں کیا جا سکتا :۔

مسلمانوں کا متحدہ مطالبہ بھی منظور نہیں کیا جا سکتا

ایسے لوگوں نے پنجاب میں بھائی پرمانند جی کی زیرِ صدارت حال میں ہندو کانفرنس منعقد کی۔ ہندو نقطۂ نگاہ سے اس کانفرنس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس کے صدر کو تمام "ہندوؤں کی رُوح" اور "ہندو قوم کی زبان" قرار دیا گیا۔ اور اس طرح اعلان کیا گیا۔ کہ بھائی پرمانند نے اس موقعہ پر جو کچھ کہا۔ وہ اپنی طرف سے یا ہندوؤں کے کسی ایک طبقہ کی طرف سے نہیں کہا۔ بلکہ تمام ہندو قوم کی رُوح اور زبان ہونے کے لحاظ سے کہا ہے :۔

ہندوؤں کی اس "رُوح" اور "زبان" نے اپنے صدارتی ایڈریس میں جہاں مسلمانوں کے ہر ایک مطالبہ کی سخت مخالفت کی۔ وہاں صاف الفاظ میں یہ بھی کہہ دیا ہے۔ کہ گاندھی جی کو مسلمانوں کے کسی متحدہ مطالبہ کے منظور کرنے کا بھی قطعاً کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ بھائی پرمانند نے کہا:۔

"مہاتما گاندھی اور ان کے مشیر صورتِ حالات کی نزاکت کو نہیں سمجھتے۔ یا نہیں سمجھ سکتے۔ وہ معاملہ کو یونہی نظر انداز کر دیتے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کو سب کچھ دینے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ ان کے مطالبات متحدہ ہوں"

گویا گاندھی جی اور ان کے مشیروں نے مسلمانوں کے مطالبات منظور کرنے کے متعلق جو اڑنگا لگایا تھا۔ اور بظاہر حالات جس کا دُور ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ بھائی پرمانند اس کو بھی ناکافی سمجھتے ہیں اور ہندو قوم کی روح اور زبان بن کر اعلان کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا کوئی متحدہ مطالبہ بھی منظور نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے ان مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ جو اس دھوکے میں پڑے ہوں۔ کہ ہندو ان سے سمجھوتہ کرنے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں :۔

مسلمانوں سے سمجھوتہ نہ کرنے کی وجہ

گاندھی جی نے متحدہ مطالبہ کی جو شرط لگائی تھی۔ اس کی بھی یہی غرض تھی۔ کہ سمجھوتہ ناممکن العمل بن جائے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کچھ نہ کچھ مسلمان ایسے ہیں۔ جن پر انہیں قابو حاصل ہے۔ جو ان کے پوجاری ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اور جو ان کے کہنے پر سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اب بھائی پرمانند نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ ہندو کسی صورت میں بھی مسلمانوں سے سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔ کیوں اس کی وجہ گاندھی جی نے ابھی تک صاف الفاظ میں بیان نہیں کی۔ گو ان کے اعمال سے ہر غور کرنے والا انسان بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن ہندوؤں کی رُوح اور ان کی زبان نے صاف اور کھلے الفاظ میں بتا دی ہے۔ چنانچہ بھائی پرمانند نے ہندو مسلمانوں میں کوئی امر طے نہ ہو سکنے کا ذکر کرتے ہوئے کہا:۔

"یہ مذہب ہی ہے۔ جو ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جُدا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں، کہ ہندوؤں میں بھی کئی مت ہیں جن کے اصول بنیادی طور پر ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ مگر ان اختلافات کی وجہ سے وہ مختلف فرقوں میں منقسم نہیں ہوتے۔ اسلام میں جو خاص بات ہے وہ یہ ہے۔ کہ اس کا جنم ایک غیر ملک میں ہوا۔ اور اسی وجہ سے اس ملک میں اس کے پیرو اپنے آپ کو ایک علیحدہ فرقہ خیال کرتے ہیں"

ان سطور کا مطلب واضح ہے۔ اور وہ یہ کہ ہندو مسلمانوں میں سمجھوتہ نہ ہونے کا باعث مسلمانوں کا مذہب ہے۔ مسلمان چونکہ مذہبی لحاظ سے اپنے آپ کو ہندوؤں سے الگ سمجھتے ہیں اس لئے ہندو سیاسی اور ملکی معاملات میں ان کی کوئی بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دوسرے الفاظ میں گویا ہندوؤں کی رُوح اور زبان یہ اعلان کر رہی ہے۔ کہ جب تک مسلمان مسلمان کہلاتے ہیں جب تک وہ اپنا علیحدہ مذہب رکھتے ہیں۔ جب تک وہ اس مذہب کے پیرو کہلاتے ہیں

جس کا جنم ایک غیر ملک میں ہوا۔ اس وقت تک ہندو انہیں اس قابل نہیں سمجھتے۔ کہ ان سے ملکی معاملات کے متعلق کسی قسم کا سمجھوتہ کریں یہ سمجھوتہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ مسلمان خدانخواستہ مسلمان نہ رہیں۔ وہ اپنے مذہب کو خیرباد کہدیں۔ اور اس مذہب کو چھوڑ کر جس کا جنم ایک غیر ملک میں ہوا۔ وہ مذہب اختیار کریں۔ جس کا جنم ہندوستان میں ہوا۔

کیا مسلمان اسلام ترک کرنیکے لئے تیار ہیں

جن لوگوں کی "روح" اور "زبان" یہ کہہ رہی ہو۔ جو مسلمانوں کی ہستی کو مٹانے کے لئے یہ اعلان کر رہے ہوں۔ جو مسلمانوں کے مذہب کے خلاف اس قسم کے خیالات کا اظہار کر رہے ہوں۔ ان سے مسلمانوں کو جس قدر خطرہ لاحق ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا مسلمانوں کے اختیار میں ہے۔ کہ آیا وہ اپنی ہستی اور اپنے مقدس مذہب کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ یا ہندوؤں کے آگے سر تسلیم خم کر کے ہمیشہ کے لئے اپنا نام و نشان مٹا دینا چاہتے ہیں۔ جہاں تک ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مسلمان قطعاً اس بات کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ کہ ہندوؤں سے متحد ہونے اور ان سے سمجھوتہ کرنے کے لئے ان کا ایسا نامعقول اور بے انتہا لغو مطالبہ منظور کریں۔ مسلمان یہ گوارا کر لیں گے۔ کہ ہندوؤں کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنے رہیں۔ وہ یہ برداشت کر لیں گے۔ کہ سیاسی اور ملکی حقوق سے محروم ہو جائیں

- - - - - - - - - - -

وہ یہ بھی پسند کر لیں گے۔ کہ اپنی جان و مال قربان کر دیں۔ لیکن اس بات کے لئے قطعاً آمادہ نہ ہونگے۔ کہ اپنا مذہب چھوڑ دیں خواہ اس کے بدلہ میں ہندوستان چھوڑ ساری دنیا کی حکومت ان کے قدموں میں ڈال دی جائے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ دنیا کی شان و شوکت خواہ کتنی ہی عظیم الشان ہو۔ دنیا کی حکومت اور سلطنت خواہ کتنی ہی وسیع ہو۔ دنیا کی خوشی و آسائش خواہ کتنی ہی زیادہ ہو۔ آخر چند روزہ ہے۔ اور اس کی خاطر عقبیٰ کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ ہندو اس قسم کے سودا کے لئے تیار ہو جائیں تو کوئی عجب نہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ یہی دنیا ان کا منتہائے مقصد ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی کسی نہ کسی شکل میں اسی میں بار بار لوٹائے جاتے ہیں۔ لیکن مسلمان اس بات کے قائل نہیں۔ پس وہ اس کے بدلے اپنا مذہب قربان کرنے کیلئے قطعاً تیار نہیں ہو سکتے۔

ہندو کان کھول کر سن لیں

پس ہندو اگر مسلمانوں سے ان کا مذہب لے کر ملکی اور سیاسی معاملات میں اتحاد اور سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو کان کھول کر سن لیں کہ مسلمان یہ بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں ہم یہ کہدینا چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان کو سوراج حاصل ہو یا نہ ہو ہندوستان میں ہندو راج قائم ہو۔ یا مسلم راج۔ ہندوستان غیروں کے ماتحت رہے۔ یا خود مختار ہو جائے ہم پر سب سے بڑا فرض اشاعت اسلام سمجھیں گے۔ اور اس کی ادائگی میں اپنی جان و مال سب کچھ قربان کر دیں گے ہمیں خدا تعالے نے اپنے ایک مقدس اور برگزیدہ انسان کے ذریعہ بتا چکا ہے۔ کہ ہندوستان کیا ساری دنیا میں اسلام کو وہ شان و شوکت حاصل ہو گی۔ کہ دیگر مذاہب کے لوگ مسلمانوں کے مقابلہ میں چوہڑوں اور چماروں کی حیثیت رکھیں گے۔ یہ وقت ہماری زندگی میں آئے۔ یا ہمارے بعد لیکن آئیگا ضرور۔ اور ہم اس کے لئے کوشش کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں۔

ہندوؤں کا اپنے بزرگوں پر حملہ

بھائی پرمانند نے مسلم دشمنی میں اندھے ہو کر اپنے آباواجداد کی تحقیر و تذلیل کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اور مسلمانان ہند کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:-

"وہ ان ہندوؤں کی اولاد ہیں جنہوں نے چند فوائد کی خاطر اپنے آبائی مذہب کو ترک کر دیا تھا"

قطع نظر اس سے کہ بھائی پرمانند کا یہ الزام خود ہندوؤں کے لئے کس قدر شرمناک ہے۔ اس سے یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ہندو اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام میں داخل ہوتے رہے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ رستہ پہلے سے کھلا ہے۔ اسے اور زیادہ وسیع کرنا ہم اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔ اب یہ مستقبل بتائے گا۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کے پاک اور بے عیب دین کی خوبیاں پیش کر کے ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یا ہندو جبر و ظلم کی دھمکیاں دیکر اور ملکی و سیاسی حقوق غصب کرنے کے ڈراوے بتا کر اپنا ایسا مذہب پھیلا سکتے ہیں جس سے وہ خود بھی بیزار ہو چکے ہیں۔

مسلمانان کانپور پر دردناک مظالم

یوں تو فسادات کانپور کے متعلق سوائے متعصب ہندوؤں کے جس نے بھی بیان دیا۔ اس نے مسلمانوں پر مظالم کی نہایت ہی پردرد داستان سنائی۔ لیکن ایک ضعیفہ نے کانگریس تحقیقاتی کمیٹی میں جو بیان دیا وہ تو رونگٹے کھڑے کر دینے والا ہے۔ اس خاتون نے بیان کیا۔ کہ ۲۴ مارچ کو جب فسادات کی خبریں سنیں۔ تو ہندو پڑوسیوں سے حفاظت کی خواہش کی جنہوں نے وعدہ کیا۔ مگر اسی شام ۲۵ ہندو باہر سے آئے۔ اور ایک پڑوسی ہندو کے مکان میں ٹھیرے۔ اس پر ہم لوگ پریشان ہوئے لیکن ہندو پڑوسیوں نے تسلی دی۔ لیکن ۲۵- مارچ کی صبح کو ایک طرف ہمیں تسلی دی گئی۔ اور دوسری طرف ہندوؤں کا ایک مجمع گنڈاسوں۔ بلموں اور کانتوں وغیرہ سے مسلح ہو کر قتل کر دو سب کو مار ڈالو کے نعرے بلند کرتا ہوا چڑھ آیا۔ ایک ہندو پڑوسی نے ہمیں مشورہ دیا کہ ہم ایک دوسرے مسلمان کے مکان میں چلے جائیں۔ چنانچہ تین خاندان جن میں دس عورتیں۔ ۷ بچے۔ ۴ مرد تھے۔ اس مکان میں گئے۔ مگر جب ہم ایک جگہ جمع ہو گئے۔ تو مجمع دروازہ توڑ کر صحن میں داخل ہو گیا۔ اور ہمیں یہ کہکر باہر نکالا۔ کہ پولیس تمہاری حفاظت کے لئے آئی ہے اور ہمیں مارنے لگے۔ ہم بھاگ کر دوسرے مکان میں جانے لگے۔ تو مجمع نے ہمیں گھیر لیا۔ اور زیور اتار دینے کے لئے کہا۔ ہم نے زیور وغیرہ ان کے حوالے کر دیئے۔ مگر اس کے بعد انہوں نے ہمارے کپڑوں کو آگ لگا دی۔ ہمارا دم گھٹنے لگا۔ میں اور کچھ اور ساتھی پھر کمرے سے باہر نکلنے کے لئے کوشاں ہوئے۔ تین لڑکے اس وقت مار دیئے گئے۔ اس کے بعد عورتیں اور دودھ پینے والے بچے قتل کئے گئے۔ ایک مسلمان عورت کی ناک اور کان کاٹ ڈالے گئے۔ ایک نوجوان لڑکی کو مجمع اٹھا کر لے گیا۔ جو ابھی تک لاپتہ ہے۔ مجمع نے ان عورتوں بچوں اور مردوں کی لاشوں کو رضائیوں میں لپیٹ کر جلا ڈالا۔

یہ ایک واقعہ ہے۔ جس کی تفصیل سنانے کے لئے ایک بدقسمت اور سخت جان ضعیفہ باقی بچ گئی۔ جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے ۲۱- افراد کو قتل ہوتے اور پھر جلائے جاتے دیکھا۔ ایک لڑکی کو اٹھا کر لے جاتے دیکھا۔ اور کسی ایک کو زخمی دیکھا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کئی واقعات اس سے بھی زیادہ ہولناک ہوئے ہوں۔ مگر ان کی داستان سنانے والا کوئی نہ بچا ہو۔ بلکہ سب کے سب نفوس کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہو۔ یا ممکن ہے۔ اپنے دل و جگر پر اس سے بھی زیادہ چرکے کھائے ہوئے کئی مسلمان مرد اور عورتیں موجود ہوں۔ مگر انہیں آپ بیتی سنانے کا کوئی موقعہ نہ ملا ہو۔

ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ کانپور کے مسلمانوں پر کتنی بڑی قیامت ٹوٹی۔ اور ان کے لئے کیسا حشر برپا ہوا۔ اور اس وقت ہوا جبکہ ہندو مسلمانوں کو یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ ہندوستان میں سوراجیہ قائم کرنے کے لئے ان کے ساتھ متحد ہو جائیں۔ اور جب گاندھی جی ہندو مسلم سمجھوتہ پر زور دے رہے ہیں۔

کس قدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ مسلمان اس بے دردی اور ایسی بے رحمی سے لوٹے اور قتل کئے جائیں۔ ان کی خواتین کا ننگ و ناموس برباد کر دیا جائے۔ انہیں غلام بنانے کے لئے زندہ گرفتار کر لیا جائے۔ لیکن ہندو لیڈروں کو کچھ بھی احساس نہ ہو۔ اور وہ ایک لفظ بھی ہندوؤں کے خلاف نہ کہیں۔ اگر ایسے ایسے دردناک مظالم پر بھی ہندو لیڈروں کے دلوں میں مسلمانوں کے متعلق ہمدردی کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان کے سینوں میں دل نہیں۔ بلکہ پتھر ہیں۔ اور ان کا کام مسلمانوں کو پیس کر رکھ دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ گاندھی جی صرف اتنا کہکر خاموش ہو گئے۔ کہ وہ کانپور کے ہندوؤں کے افعال کی وجہ سے شرمندہ ہیں۔ لیکن یہ کہنا کچھ نہ کہنے سے بھی بدتر ہے کیونکہ انہوں نے باوجود یہ تسلیم کرنے کے کہ کانپور کے ہندوؤں نے مسلمانوں پر ظلم کئے۔ پھر بھی عملی طور پر کچھ نہ کیا۔ یہ ہے اس انسان کی حالت۔ جو اپنے آپ کو ہندوؤں کا ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا بھی لیڈر سمجھتا ہے۔

اسلام پر اعتراضات کے جواب

قرآن کریم کے بے مثل ہونے پر اعتراض کا جواب

انسانی اور خدائی کاموں میں فرق

انسانی اور خدائی افعال میں یہی فرق ہے۔ کہ جو کام ایک انسان کرسکتا ہے۔ اسے دوسرا بھی کرنے کی طاقت اور ملکہ رکھتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کے کسی فعل پر انسان قادر نہیں ہو سکتا۔ اور در اصل خدا تعالیٰ کے قادر مطلق اور مالک الکل ہونے کا یہ ایک بے نظیر ثبوت ہے۔ کہ وہ اپنی طاقتوں اور خوبیوں میں یکتا ہو۔ اور بحیثیت خالق ہونے کے اپنی مخلوق کے مقابلہ میں لا محدود فضیلت اور فقید المثال غلبہ اسے حاصل ہو۔ اور یہ سب کچھ خدا تعالےٰ کے افعال سے روز روشن کی طرح عیاں ہو رہا ہے۔ خدا تعالےٰ نے دنیا میں بے شمار انواع و اقسام کی مخلوق پیدا کی ہے۔ اور ان کے اندر ایسے خواص اور تاثیرات رکھی ہیں۔ جن کی تفصیلات پر دنیا ابدالآباد تک آگاہ ہوتی چلی جائے گی۔ مگر وہ ختم نہ ہونگی اور ان کے بارہ میں انسانی علم کو مکمل نہیں کہا جا سکیگا۔

ان چیزوں کو پیدا کرنا تو درکنار۔ ان کی اندرونی تفصیلات خواص و تاثیرات اور پوشیدہ اسرار سے آگاہی حاصل کرنے میں ہی ناکام رہنا انسانی عجز کا ثبوت ہے۔ انسان اپنی خداداد قابلیتوں اور استعدادوں کو حرکت میں لاتے ہوئے۔ اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چاہے جس قدر ایجادات کرے۔ اور بنی نوع کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈالدے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی کسی طاقت اور قدرت میں قطعاً شریک و سہیم نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ ایک انسان چھوڑ ساری دنیا ملکر ایک مکھی کا پر بنانے کی استطاعت اور قوت بھی نہیں رکھتی۔

قرآن کے الہامی ہونے کی ایک دلیل

جس طرح مادیات میں کسی فعل سے انسانوں کا عجز اس کے خدائی فعل ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح روحانیات میں بھی وہ کلام جس کی نظیر اور مثل لانے سے دنیا کی متحدہ اور متفقہ کوششیں اور سرگرمیاں عاجز ہو چکی ہوں۔ منجانب اللہ اور منزل من اللہ کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اور یہی وہ بہت بڑی دلیل ہے۔ جو قرآن پاک نے اپنی صداقت میں دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ اور جسے تیرہ صدیاں گزر جانے کے باوجود دنیا کے اسے توڑ نہ سکنے نے اس بات کی قطعی شہادت بہم پہنچا دی ہے۔ کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ ورنہ اگر یہ انسانی دماغ کا نتیجہ ہوتا۔ ۔ ۔ تو کوئی وجہ نہ تھی۔ آج تک دوبارہ کوئی ایسا دماغ پیدا نہ ہو سکتا۔ جو قرآن کے بے مثل و بے نظیر ہونے کے دعویٰ کو توڑ نہ دیتا۔

قرآن کے بے مثل ہونے پر اعتراض

ایک منصف مزاج اور صاحب عقل و دانش کے لئے قرآن پاک کی صداقت اور اس کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق اطمینان حاصل کرنیکے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے۔ مگر چونکہ دنیا میں ایسی فطرت کے لوگ بھی ہیں۔ جو اپنی کور باطنی کی وجہ سے ہر بات پر کوئی نہ کوئی اعتراض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ دلیل بھی اعتراض سے خالی نہ رہی۔ چنانچہ اس پر آریوں اور عیسائیوں وغیرہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ دنیا میں بہت سے ایسے انسانی کلام موجود ہیں۔ جن کی مثل آج تک دوسرا کلام نہیں ہوا۔ مگر انہیں خدائی کلام تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ ایسے تمام اعتراضات کا جو قلت تدبر و تفکر سے پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدلل و موجہ جواب اپنی مختلف تصنیفات میں مفصل و مشرح دیدیا ہے۔ مگر پھر بھی مخالفین پیش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آریہ مسافر ماہ مارچ میں یہ اعتراض بدیں الفاظ دہرایا گیا ہے۔

”ہمیں بھی اس بات سے انکار نہیں۔ کہ قرآن اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے واقعی ایک اچھی کتاب ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ یہ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ واقعی دنیا میں کئی ایسی چیزیں ہیں۔ جو اپنی ذات میں بے نظیر ہیں۔ اور اس وقت تک کوئی دوسرا انسان ان کی نظیر بنانے میں قادر نہیں ہو سکا۔ مگر باوجود اس کے وہ معجزہ یا خدا کی صنعت نہیں کہلاتیں۔“

اس خود ساختہ اصل کی تائید میں مدیر آریہ مسافر نے آٹھ عجائبات عالم کو پیش کیا ہے۔ نیز کسی ہندو پنڈت راگھو پانڈوی کی کوئی منسکرت تصنیف مشہور فارسی شاعر عرفی کی ایک رباعی اور آذر کیوان مجتہد مجوس کی ایک تصنیف اکبر نامہ کا ذکر کیا ہے۔ اور ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ چونکہ یہ کتب وغیرہ بے مثل اور لاجواب ہونے کے باوجود خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں سمجھی جاتیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں۔ کہ قرآن کریم کو الہام الٰہی اور خدا کی طرف سے نازل شدہ ہدایت نامہ یقین کیا جائے۔

یہ اعتراض پڑھ کر ہمیں معترض کی بے دماغی اور کوتہ بینی پر بے انتہا افسوس ہوا ہے۔ جو ایک طرف خود پیش کردہ چیزوں کو مختلف افراد کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ اور بتا رہا ہے۔ کہ یہ چیزیں فلاں فلاں انسان نے بنائیں۔ اور دوسری طرف یہ کہہ رہا ہے۔ کہ ان کی نظیر لانے سے انسانی دماغ قاصر ہیں۔ حالانکہ ان چیزوں کا انسانی دماغ کا نتیجہ ہونا بجائے خود اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ان کا بنانا انسان کی طاقت سے بالا نہیں۔

ایک قابل غور سوال

پھر اس سوال کے ضمن میں یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ کیا آج تک کسی انسان نے اپنے کلمات اور مصنوعات کے متعلق بے مثل اور بے نظیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور کیا دنیا اپنی تمام ترقیات اور نشو و ارتقاء کے باوجود ابدالآباد تک ان کی نظیر لانے سے قاصر رہیگی۔ اگر ان مصنفین یا کاریگروں نے جن کی تصنیفات یا مصنوعات کو آج بے مثل کہا جا رہا ہے یہ دعویٰ کیا ہوتا۔ کہ ہمارے دماغ کی کاوش کی مثال لانے میں دنیا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تو یقیناً سینکڑوں اشخاص ان کے اس زعم باطل اور ادعائے لایعنی کو توڑ کر رکھ دیتے۔ لیکن جب انہوں نے کبھی اس چیلنج اور تحدی کی جرأت ہی نہیں کی۔ اور نہ اس کا کبھی وہم و گمان انہیں آیا۔ تو آج ان کے متعلق ایسی بے بنیاد باتیں منسوب کرنا اور ان کے لئے اصل سے بہت بلند و بالا مقام تجویز کرنا سراسر نادانی اور مدعی سست گواہ چست کا مصداق بننا ہے۔

ان لوگوں نے کبھی اس قسم کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہی کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے ہمارے جیسے اور دماغ بھی خدا تعالےٰ نے پیدا کئے ہیں آج ان کے متعلق ایسا بڑا دعویٰ کرنا نہایت بے باکی بلکہ نامعقولیت ہے۔ ہاں اگر وہ خود اس قسم کا دعویٰ کرتے۔ اور دنیا اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود ان کے مقابلہ سے عاجز رہتی۔ تو ماننا پڑتا۔ کہ انسانی کام بھی بے مثل ہو سکتے ہیں۔

قرآن کا دعویٰ

اس کے بالمقابل قرآن کریم نے نہایت تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا۔ اور مخالفین کو نہایت غیرت اور جوش دلانے والے الفاظ میں للکارا۔ کہ اگر ہمت ہو۔ تو مقابلہ پر آؤ۔ اور ایک حصہ ہی میری مانند بنا کر دکھاؤ۔ تم کہتے ہو۔ قرآن خدا کا کلام نہیں۔ بلکہ محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف ہے۔ تم اس اکیلے کے مقابلہ میں جو ظاہری علوم سے محض ناآشنا ہے۔ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام علماء و مشائخ کو جمع کر لو۔ اور قرآن کی ایک سورۃ کی مثل ہی بنا کر دکھا دو۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تم قطعاً ایسا نہ کر سکو گے۔ کیونکہ یہ بات اسی طرح انسانی طاقت اور قوائے بشریہ سے بعید ہے۔ جس طرح کسی مکھی یا کیڑے مکوڑے کا بنانا۔ پس قرآن کا مثل نہ لا سکنا ثابت کرتا ہے۔ کہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔

قرآن کا چیلنج کسی نے قبول نہ کیا

ذرا غور تو کرو۔ کفار عرب مقابل پر ہوں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے اور نخل اسلام کو نامراد رکھنے کے لئے انتہائی رذالت اور وحشت و بربریت کو جائز بلکہ موجب ثواب یقین کرتے ہوں۔ اسلام کو صفحہ دہر سے مٹانے کے لئے وہ اپنی تمام طاقتوں کو استعمال کر دینے پر بالکل آمادہ و تیار ہوں۔ اسلام کو نیچا دکھانے کے لئے وہ ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں کرتے چلے ہوں لیکن قرآن پاک انہیں ایک چیلنج دے۔ اور غیرت و جوش کے جذبات کو برافروختہ کر دینے والے الفاظ میں دے۔ مگر وہ لوگ اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ تو کیا اس کے معنے سوائے اس کے کوئی اور ہو سکتے ہیں۔ کہ وہ فی الواقع ایسا کر ہی نہیں سکتے تھے۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ اسلام کی مخالفت میں اس قدر زور لگانے والے اس مقابلہ سے باز رہتے۔

اسلام پر اعتراضات کے جواب

اسلامی جہاد نہایت پُرحکمت مسئلہ ہے

دنیا میں کوئی قوم اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اور ان کی ضرر رسانیوں سے محفوظ رہنے کی طاقت نہ رکھتی ہو۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا۔ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم۔ تم پر جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ تمہاری طبیعت اور تمہاری خواہش کے خلاف ہی ہو مسلمان جو دشمنوں کے مقابلہ میں آئے تھے۔ نمک کی حیثیت بھی نہ رکھتے تھے۔ جو لڑائی اور جنگ کے سامان سے بالکل تہی دست تھے۔ جنہیں پہننے کے لئے کپڑے اور پیٹ بھرنے کے لئے خوراک تک میسر نہ تھی۔ انہیں یہ کہنا۔ کہ دشمن کا مقابلہ کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ اور جنگ کرنے والوں سے لڑنا تمہارے لئے فرض ہے۔ یقیناً کئی مسلمانوں کی خواہش اور رائے کے خلاف ہی تھا۔ کیونکہ انہیں مقابلہ کرنے اور جنگ میں دشمن پر غالب آنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے لئے جنگ فرض قرار دے دی۔ اور اس لئے فرض قرار دیدی۔ کہ اس کے بغیر نہ مسلمان محفوظ رہ سکتے تھے اور نہ اسلام دنیا میں قائم ہو سکتا تھا۔ بھلا وہ لوگ جو جبر اور ظلم سے طاقت اور قوت سے مسلمانوں کو مٹانے کے درپے تھے۔ اس غرض کے لئے نہایت دل دوز اور روح فرسا مظالم کرتے تھے۔ مسلمانوں کو اپنے گھروں اور وطنوں سے نکل جانے پر مجبور کر چکے تھے۔ ان کے مقابلہ کے لئے اگر مسلمان کھڑے نہ ہوتے۔ اور بھاگے بھاگے پھرتے تو کسطرح ممکن تھا۔ کہ ان کے مظالم کا سلسلہ بند ہوتا۔ اور مسلمانوں کو اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوتا۔ آخر جب ظالموں کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا۔ مسلمانوں کے صبر اور برداشت کی انتہا ہو گئی۔ تو خدا تعالےٰ نے انہیں مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ مسلمانوں نے دشمن کے مقابلہ میں مٹھی بھر ہوتے ہوئے۔ اور سامان جنگ نہ رکھتے ہوئے۔ کس کامیابی کے ساتھ ان کی شرارتوں کا قلع قمع کیا۔ اور کسطرح اپنی حفاظت کا انتظام کیا۔

یہ تھا مقابلہ جس کا اسلام نے جہاد نام رکھا۔ اور جس میں ضرورت کے وقت شرکت ضروری قرار دی۔ مخالفین اسلام اور خاص کر یورپین معترضین نے اپنی نادانی اور اسلام سے تعصب کی وجہ سے اس پر بڑے بڑے اعتراض کئے اور یہ ظاہر کرنا چاہا ہے۔ کہ اسلام نے مسلمانوں کو لڑائی اور جنگ کا حکم اس لئے دیا۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا جائے اور زبردستی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اسلام اس تعبد اور سلوک الٰہی کا نام ہے۔ جو سراسر روحانی لذت اور ذوق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اسلام کے رو سے ایمان لانے اور عملی حالت کو اس ایمان کے مطابق بنانے سے جو سرور اور ذوق حاصل ہوتا ہے: اس کی نظیر کسی اور ذوق میں قطعاً نہیں مل سکتی۔ پھر کیا ایسی لذت اور ذوق تلوار یا نیزہ کے ذریعہ دلوں میں ڈالی جا سکتی تھی قطعاً نہیں پھر کسطرح ممکن تھا۔ کہ وہ دین جو خاتم الادیان ہے۔ اور وہ رسول جو رحمۃ للعالمین ہے۔ اور وہ کتاب جو کامل کتاب ہے۔ اور سارے لذیذ روحانی علوم لے کر آئی ہے۔ ان روحانی علوم کی اشاعت تلوار کی دھار یا نیزہ کی انی سے کرنے کا حکم دیتی یہی وجہ ہے کہ قرآن نے لا اکراہ فی الدین کہکر دین کے بارے میں معمولی سے معمولی جبر کو بھی بند کر دیا۔ لیکن باوجود اس کے مسلمانوں کو جنگ کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ بد نہاد لوگ جو دوسروں کی جان و مال عزت و آبرو۔ مذہب و ملت کو طاقت اور قوت سے خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ ان کا قلع قمع ضروری ہوتا ہے۔ اور جب تک ان کا استیصال نہ ہو۔ دنیا سے ظلم و ستم دور نہیں ہو سکتا۔

اسلام نے اسی وجہ سے مسلمانوں کو جنگ کا حکم دیا۔ اور دنیا میں قیام امن کے اس ذریعہ کا بھی عملی نمونہ پیش کیا۔

اس بارے میں اسلام نے ایسی مفصل اور مشرح ہدایات دی ہیں۔ کہ جنہیں مدنظر رکھتے ہوئے کوئی عقلمند انسان اسلامی جہاد پر نہ صرف اعتراض نہیں کر سکتا۔ بلکہ اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اسلام اگر اس پہلو کی طرف توجہ نہ کرتا۔ اور دنیا میں مذہبی اور قومی آزادی کے برقرار رکھنے اور امن امان کے قیام کے لئے جنگ کی اجازت نہ دیتا تو اسلام مکمل مذہب نہ کہا جا سکتا۔ اسلام نے جنگ کی طرف یہ جامع و مانع اصل بیان کیا ہے قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ۔ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۔ یعنی ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں حتی کہ ملک میں جو فتنہ و فساد وہ پھیلا رہے ہوں وہ دور ہو کر امن قائم ہو جائے: دوم ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل ہو جائے اور دین صرف اللہ ہی کے لئے ہو۔ کسی کے جبر اور تعدی کا دین میں قطعاً دخل نہ ہو۔ ہر ایک کو اختیار ہو۔ کہ اللہ کی خاطر جو دین چاہے۔ قبول کرے۔ اگر یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں۔ اور دشمن اپنی شرارتوں سے باز آ جائے۔ تو پھر اس پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرو۔ اور جنگ بند کر دو۔

یہ ہے اسلامی جہاد کا اصل الاصول۔ اور کوئی سمجھدار انسان اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کر سکتا۔ کیا ملک میں فتنہ و فساد پیدا کر کے لوگوں کی جان و مال کو خطرہ میں ڈالنے اور ان کی عزت و آبرو کو برباد کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنا۔ اور انہیں ان کی فتنہ انگیز حرکات سے باز رکھنا کوئی معیوب بات ہے۔ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ دنیا میں جو جنگیں ہوتی ہیں۔ ان کی غرض و غایت خواہ ملک گیری اور دوسروں کو اپنی غلامی میں داخل کرنا ہی ہو تاہم یہی جاتا ہے۔ کہ قیام امن کے لئے اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے جنگ جاری ہے۔ تو پھر اسلام نے جب ان حالات میں جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو اس پر اعتراض کیا۔

اسی طرح کیا جبر اور طاقت سے دوسروں کے مذہب میں مداخلت کرنے اور ان کی مذہبی آزادی کو سلب کرنے والوں کا مقابلہ کرنا جرم ہے۔ اگر نہیں۔ اور ہر انسان کا یہ پیدائشی حق ہے۔ کہ اسے مذہبی آزادی حاصل ہو۔ اور جو اس کے خلاف کھڑا ہو۔ اسے گرا دیا جائے تو جب اسلام نے یہی حکم دیا ہے۔ تو اس پر اعتراض کیوں

دراصل مسئلہ جہاد پر وہی لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ جو نہ تو اسلام کی صحیح تعلیم سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور نہ واقف ہونا چاہتے ہیں ورنہ عقلی اور نقلی کسی لحاظ سے بھی اس پر نہ صرف کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا بلکہ اس کی بہت بڑی خوبی ثابت ہے ؛

ذرا غور تو کرو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور مسلمانوں کا سوائے اس کے کیا جرم تھا۔ کہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتے و برائیوں سے روکتے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے۔ لیکن مخالفین کو یہ گوارا نہ تھا۔ وہ طرح طرح کے فسق و فجور کو برداشت کر سکتے تھے۔ وہ حد درجہ کی بے حیائی کی باتوں پر خوش ہو سکتے تھے لیکن مسلمانوں کو نیکی اور تقوی کی راہ پر نہ چلنے دیتے تھے۔ اور جب مسلمان اپنے وطن اور اپنے رشتہ دار چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے تو وہاں بھی انہیں چین نہ لینے دیا۔ ان کے خلاف طرح طرح کے منصوبے کئے اور ہر رنگ میں نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ گویا مسلمانوں کو مذہب سے برگشتہ کرنا۔ ان کا مقصد اور مدعا تھا۔ اور اسی لئے وہ ہر قسم کے مظالم کرتے تھے لیکن سچا مذہب چونکہ ایسی چیز ہے۔ کہ جس کا نشہ تکالیف اور مصائب سے اترتا نہیں۔ بلکہ اور زیادہ چڑھتا ہے۔ اس لئے ممکن نہ تھا۔ کہ مسلمان ان کے آگے سر تسلیم خم کر سکتے۔ دوسری طرف مخالفین کے مظالم بھی حد سے گذر چکے تھے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو مقابلہ کا حکم دیا گیا۔ اور مسلمانوں نے دکھا دیا۔ کہ مذہب کے مقابلہ میں زندگی کی ان کے نزدیک کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔

پس اسلامی جہاد محض دفاعی اور مذہبی آزادی کے قیام کے لئے جنگ کرنے کا نام ہے۔ نہ جبر اور زور سے غیر مذاہب کے لوگوں کو مسلمان بنانے کا۔ وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام جبر سے پھیلا۔ یا آئندہ پھیلے گا۔ وہ سخت نادان ہیں۔ جب خود اسلام مذہبی آزادی قائم کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ دوسروں کو اس آزادی سے محروم کرنا گوارا کرے۔ یہ اسلام پر سخت بے جا حملہ ہے۔ خواہ غیروں کی طرف سے ہو۔ خواہ اپنوں کی طرف سے اور ہر مسلمان کو اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیئے ؛

مذاہب غیر

ہندو دہرم کیا ہے؟

دنیا کے صاحب علم و دانش اور روشن دماغ لوگوں نے اس عالم فانی کے بڑے بڑے عقدے حل کر لئے۔ اور کئی رازہائے سربستہ کی کنہ کو پہنچ گئے۔ خو ہندوؤں میں ایسے قابل اور فاضل لوگ بھی موجود ہیں۔ جو دنیوی معاملات میں حیرت انگیز قوت دماغی کا ثبوت دے چکے ہیں۔ لیکن دنیا پر آج تک جو عقدہ حل نہ ہو سکا۔ اور جس سوال کا جواب نہ تو دیگر مذاہب کے محققین اور وسعت مطالعہ و معلومات پر ناز کرنے والے فضلاء دے سکے۔ اور نہ خود ہندو دہرم کے بڑے بڑے ودوان اور اپنی مذہبی کتب پر زبردست عبور رکھنے کے مدعیان پیش کر سکے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہندو دہرم ہے کیا۔ اور ہندو کی تعریف کیا ہے؟

ہندو دہرم بظاہر کیا نظر آتا ہے

بظاہر جو کچھ نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہندو دھرم ایک معجون کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔ عقائد و اعمال کے لحاظ سے باہم بعد المشرقین رکھنے والے لوگ اور ایک دوسرے سے شدید اختلافات رکھنے والے لوگ سب کے سب ہندو کہلاتے ہیں اور کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوسکی۔ کہ جس کے ماننے یا نہ ماننے پر ہندو دہرم کا مدار سمجھا جا سکے

مذہب کی بڑی غرض

جہاں تک تاریخ مذاہب سے پتہ چلتا ہے۔ مذہب کی سب سے بڑی غرض اللہ تعالیٰ پر ایمان پیدا کرنا۔ اور خدا تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنا ہے حتیٰ کہ ہندو دہرم کے بعض جوشیلے پیرو یہاں تک کہتے ہیں کہ ہندو دہرم ہی اصل توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ باقی تمام مذاہب میں شرک کی تعلیم پائی جاتی ہے

منکر خدا ہندو

مگر حیرت یہ ہے۔ کہ اتنے بڑے دعویٰ کے باوجود ان لوگوں کو بھی ہندو ہی شمار کیا جاتا ہے۔ بلکہ انہیں ہندوؤں میں شامل رکھنے پر اصرار کیا جاتا ہے۔ جو سرے سے خدا کی ہستی کے ہی منکر ہوتے ہیں۔ جیسے دیو سماجی۔ اور عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کو ہندوؤں میں شامل رکھنے کے لئے سب سے زیادہ زور آریہ سماجی لگاتے ہیں جو اسلام سے بھی برتر و افضل توحید کے دعویدار ہیں۔ اور جن کے گورو سوامی دیانند نے غیر مبہم اور واضح الفاظ میں ناستکوں (خدا کے منکروں) کو ملک سے نکال دینے کا ارشاد فرمایا ہے۔ غرض دیو سماجی یا دہریت کے دلدادگان بھی ہندو ہیں اور مدعیان توحید آریہ سماجی بھی ہندو ہیں۔

بت پرست ہندو

پھر سناتن دھرمی بھی ہندو ہیں۔ جو لاکھوں کروڑوں دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔

پھر وہ لوگ جو بت پرستی کو نجات یا مکتی کا واحد ذریعہ مانتے ہیں۔ جیسے جینی اور سناتن دہرمی وہ بھی ہندو ہیں۔ اور وہ جو اسے بدترین گناہ سمجھتے یا ایسا سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ بھی ہندو۔ ہندوستان کے مختلف دریاؤں میں غوطہ لگانے کو تمام گناہوں کا کفارہ سمجھنے اور اسے ایک لغو فعل قرار دینے والے بھی ہندو ہیں۔

ویدوں کے منکر ہندو

ویدوں کے منتروں کو پرماتما کا گیان ماننے والے بھی ہندو ہیں اور برہمو سماجی۔ دیو سماجی۔ اور جینی وغیرہ جو ایسا نہیں مانتے۔ وہ بھی ہندو۔ اپنشدوں کو بھی ویدوں کی طرح ہی قابل احترام اور گیان الہٰی سمجھنے والے سناتن دہرمی۔ اور انہیں رشیوں کی تصانیف قرار دینے والے دونوں ہندو ہیں۔

تناسخ کے منکر ہندو

تناسخ یا آواگون کو ہندو دھرم کا ایک زبردست اور اہم اصول سمجھا جاتا ہے۔ مگر حیرت ہے۔ اس کا انکار کرنے والے برہمو سماجی بھی ہندوؤں میں ہی شمار کئے جاتے ہیں۔

گوشت خور ہندو

پھر وہ لوگ بھی ہندوؤں میں ہی شامل ہیں۔ جو دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے قربانی ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ بھی جو اہنسا پرمو دھرم کے ماتحت کسی جانور کی ایذادہی کو مہا پاپ یقین کرتے ہیں۔ گوشت خور اور اسے شدید گناہ سمجھنے والے دونوں کے دونوں ہندو ہیں۔ خود آریہ سماج میں دو پارٹیاں ہیں۔ گھاس پارٹی اور ماس پارٹی۔ شرادھ کے ذریعہ مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے براہمنوں کو پیٹ بھر کر کھلانے کو دھرم سمجھنے والے بھی ہندو۔ اور اسے دھرم کے خلاف کہنے والے آریہ سماجی بھی ہندو غرضیکہ جتنی بھی مثالیں بیان کی جائیں۔ ہندو دھرم کی بوالعجبیاں نہایت وضاحت سے نظر آتی جائینگی۔ اور یہ تحقیق کرنے والا حیران ہو کر کہہ اٹھے گا۔ آخر ہندو دھرم ہے کیا؟ جس کے اندر سب کچھ کھپ جاتا ہے۔

بیواؤں کی شادی کرانیوالے ہندو

وہ لوگ بھی پکے اور مخلص ہندو۔ جو بیواؤں کی دوبارہ شادی کو خواہ اس کی عمر چند ماہ کی ہی کیوں نہ ہو۔ خطرناک قسم کا گناہ اور پرلے درجہ کی بداخلاقی سمجھتے ہوں۔ اور وہ آریہ سماجی جو اپنے گرو سوامی دیانند کے صاف و صریح احکام کے باوجود ہر ممکن طریق سے اسے ہندوؤں میں رائج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور وہ بھی ہندو۔ بلکہ حقیقی ہندو ہونے کے مدعی۔ بال بواہ کو ایک بدترین پاپ سمجھکر بذریعہ قانون اس کی ممانعت کے خواہاں بھی ہندو۔ اور وہ لوگ جو اس میں روکاوٹ پیدا کرنے کو اپنے مذہب میں مداخلت سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ بھی ہندو۔ ابھی پچھلے دنوں بنگال کے کسی مقام پر گاندھی جی کی پوجا شروع ہوگئی تھی۔ اور ایک اور مقام سے بھی یہ خبر آئی تھی۔ کہ فصلوں میں کیڑا لگ جانے کا بہترین اپاو زمینداروں نے یہی سوچا۔ کہ گاندھی پرستی کی جائے اور لطف یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کی ہندویت پر آریہ سماجی موحدین کو قطعاً کوئی اعتراض یا شکایت نہیں۔

ہندوازم کوئی مذہب نہیں

مختصر یہ کہ ہندو دہرم کی حد بندی آج تک کسی سے نہیں ہو سکی یہی وجہ ہے۔ کہ ہندو دھرم کی آج تک کوئی تعریف ہی نہیں کی جا سکی بلکہ بڑے بڑے ہندو فلاسفر اور لیڈر رہنما تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ ہندو دہرم اصل میں کوئی دہرم ہی نہیں۔ چنانچہ ایک مشہور ہندو فاضل پنڈت گورپرشاد سین Introduction of the Study of Hinduism کے صفحہ ۴۵ پر اعتراف کرتے ہیں۔ کہ

"ہندو دھرم کوئی مذہب نہیں ہے۔ نہ اب ہے نہ پہلے کبھی تھا۔ وہ تو بالکل ایک سوسائٹی کا بندوبست ہے جو ہندوؤں پر سوسائٹی کی کچھ رسمیں پوری کرنے کے لئے زور دیتا ہے۔ اور اس بات پر زور نہیں دیتا۔ کہ فلاں اصول کو مانو۔ ہندو ناستک یا دہریہ بھی ہو سکتا ہے۔ موحد یعنی خدا کا ماننے والا بھی ہو سکتا ہے۔ بغیر کسی یعنی کئی خداؤں کو ماننے والا بھی ہو سکتا ہے۔ ویدوں اور شاستروں کو بھی کتاب ماننے والا بھی ہندو ہو سکتا ہے۔ اور جو ان کو نہ مانے وہ بھی۔ کسی اچھی یا بری بات کو ماننے یا نہ ماننے سے اس کے ہندو ہونے میں شک نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ ہندو طریق کی کچھ رسموں کو پورا کرتا رہے۔ اس وقت تک وہ ہندو ہی رہے گا"

اس حوالے سے بخوبی معلوم ہو گیا۔ کہ خود ہندو فاضل بھی یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ہندو دھرم کوئی مذہب نہیں۔ نہ یہ پہلے مذہب تھا اور نہ اب ہے۔ یہ صرف چند ایک رسموں کو پورا کرنے کا نام ہے۔ اور جو انہیں پورا کرے۔ وہ ہندو ہو سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جو مذہب صرف رسوم کا مجموعہ ہو۔ اسے روحانیت اور تقرب الی اللہ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور اس کے پیرو اسے عالمگیر اور خدا تعالیٰ کا نازل کردہ۔ بلکہ اسکی رضا و خوشنودی کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔ کہاں تک حق بجانب ہیں

گاندھی جی کی شہادت

اسی سلسلہ میں موجودہ زمانہ کے بہترین ہندو۔ اور اس شخص کی جس کی ذات پر ہندو قوم فخر و ناز کرتی ہے۔ ہندو دہرم کے متعلق شہادت پیش کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ گاندھی جی لکھتے ہیں:

اگر مجھ سے سوال کیا جائے۔ کہ میں ہندو مذہب کی تعریف کروں۔ تو میں صرف اسی قدر کہونگا۔ کہ یہ تلاش حقیقت بذریعہ غیر انسدادی طریقوں سے ایک شخص جو قائل خدا بھی نہیں۔ وہ بھی اپنے کو ہندو کہہ سکتا ہے۔ اس لئے ہندویت تمام مذاہب میں نہایت ہی رواداری ہے۔" (اخبار لیڈر ۲۴ مئی ۱۹۳۱ء)

ہندوؤں میں ایک مشترکہ بات

اوپر جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے۔ ان تمام ... ہندویت ... دھرم قطعاً زائل نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر کسی اچھوت یا شودر کہلانے والے اپنے ہی جیسے انسان کو ہاتھ لگا دے یا اس کا سایہ اپنے اوپر پڑنے دے۔ تو ہندویت فی الفور کافور ہو جاتی ہے۔ اور ...

فضیلت اسلام

اسلام کی دیگر مذاہب کے متعلق تعلیم

اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایک بہت بڑی فضیلت یہ حاصل ہے۔ کہ اسلام تمام دیگر مذاہب کی خوبیوں کو تسلیم کرتا۔ اور ان کے بانیوں کو خدا تعالےٰ کا برگزیدہ اور پاکباز یقین کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن دوسرے مذاہب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ اسلام یہ نہیں کہتا۔ کہ کسی مذہب میں کوئی خوبی نہیں۔ بلکہ جو یہ کہے اس کی بات غلط قرار دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے وقالت الیھود لیست النصٰرٰی علیٰ شیئٍ وقالت النصٰرٰی لیست الیھود علیٰ شیئٍ۔ وھم یتلون الکتٰب۔ کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم۔ یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے پاس کوئی صداقت نہیں۔ وہ سراسر باطل پر ہیں۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں۔ یہودیوں کے پاس قطعاً صداقت نہیں۔ ان کے مذہب کی بنیاد کلیتہً جھوٹ پر ہے۔ حالانکہ دونوں ایک ہی کتاب پڑھتے ہیں۔ اس طرح ایک دوسرے کو یہود و نصاریٰ ہی نہیں کہتے۔ ان سے پہلے مذاہب کے لوگ بھی اپنی بے علمی اور جہالت سے یہی کہتے تھے۔

اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام کے نزدیک ایک مذہب والوں کا دوسرے مذاہب کے لوگوں کے متعلق یہ کہنا۔ کہ ان کے مذہب میں کوئی خوبی نہیں۔ وہ سراسر باطل ہے۔ درست نہیں۔ اور ایسا نہیں کہنا چاہیئے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ اسلام دنیا میں یہ صداقت پیش کرتا ہے کہ ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ خوبی موجود ہے۔ اور دوسرے مذاہب والوں کو ہر مذہب کی خوبی کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ اور قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔

اس طرح اسلام نے تمام مذاہب میں رواداری اور حسن سلوک کی ایسی پختہ بنیاد رکھدی ہے۔ کہ اگر اس پر عمل کیا جائے۔ تو بہت سے فسادات اور جھگڑے مٹ سکتے ہیں۔ اور آپس کے تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔ پس یہ پہلا اصل ہے۔ جو بین الاقوامی اتحاد اور مذاہب میں خوشگوار موافقت پیدا کرنے کے لئے اسلام پیش کرتا ہے۔ اور یہ اسلام کی اتنی بڑی خوبی ہے۔ جس کا کوئی مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ باقی مذہب والے سب کے سب دوسرے مذاہب کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ اور اس طرح جنگ و جدال کی مستقل بنیاد قائم کرتے ہیں۔ مگر اسلام اس پہلو کو اس رنگ میں پیش کرتا ہے۔ جس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

پھر اسلام صرف یہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا۔ کہ کسی مذہب کی خوبیوں کا انکار نہ کرو۔ اور کھلے دل کے ساتھ ان کا اعتراف کرو۔ بلکہ یہ کہکر اس بات کو اور زیادہ پختہ کر دیا ہے۔ کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا نے اپنے پاک بندے نہ بھیجے ہوں۔ پس جب ہر قوم میں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے آئے۔ اور انہوں نے مذہب قائم کئے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ ہر ایک مذہب کی بنیاد خدا تعالےٰ کی طرف سے رکھی گئی۔ جو ضرور حق اور صداقت پر تھی۔ اور جس مذہب کی بنیاد خدا تعالیٰ نے رکھی ہو۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں کوئی بھی خوبی نہیں بہت بڑا ظلم ہے۔ خدا تعالےٰ رب العٰلمین ہے۔ وہ ہر امت اور ہر قوم کا رب ہے۔ اور ہر زمانہ میں رب ہے۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ کسی قوم کی روحانی ربوبیت کے لئے تو اس نے انبیاء بھیجے ہوں۔ اور کسی کو بالکل فراموش کر دیا ہو۔ اس نے ہر قوم میں اپنے پاک بندے بھیجے۔ اور اسلام نے ہر مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ کہ وہ ان سب کی عزت و توقیر کرے اور ہر طرح ان کا ادب و احترام بجا لائے۔ اس تعلیم کے مطابق ہم حضرت کرشن۔ حضرت رامچندر۔ حضرت بدھ۔ حضرت زرتشت غرض ہر زمانہ اور ہر قوم کے بزرگوں کو قابل عزت سمجھتے۔ اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اگر ہر مذہب کے لوگ یہ اصل تسلیم کرلیں۔ اور اس کے مطابق عمل بھی کریں۔ تو بہت حد تک بین الاقوامی تعلقات درست ہو سکتے ہیں۔ عام طور پر جس قدر فسادات ہوتے ہیں۔ ان کی زیادہ تر وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ لوگ ایک دوسرے کے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچاتے ہیں۔ اور ان بزرگ ترین ہستیوں پر ناپاک حملے کرتے ہیں۔ جن کی عزت کروڑ ہا نفوس کے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اور چونکہ ایسی ہستیوں پر حملہ کرنا طبائع کو اشتعال دلا دیتا ہے۔ اس لئے لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن اسلام کی تعلیم پر اگر عمل کیا جائے۔ تو پھر یہ حالت رونما نہ ہو۔ غرض دوسرا اصل اسلام نے یہ بیان کیا۔ کہ ہر قوم اور ہر مذہب کے بزرگوں کا احترام کیا جائے۔

اسلام نے دیگر مذاہب کی خوبیوں کا اعتراف کر کے نہ صرف دنیا میں رواداری کی بے مثال تعلیم پیش کی ہے بلکہ اپنی صداقت اور حقانیت کا بھی بہت بڑا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ اسلام دیگر مذاہب میں خوبیاں تسلیم کرتے ہوئے یہ بھی دعویٰ کرتا ہے۔ کہ اسلام میں نہ صرف وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ جو دوسرے مذاہب میں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں۔ اور دراصل فضیلت اور بڑائی اسی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ کہ دوسروں کی خوبیوں کے مقابلہ میں اپنی زیادہ خوبیاں ثابت کی جائیں۔ نہ یہ کہ دوسروں کو ہر قسم کی خوبی سے عاری بتا کر اپنی برتری کا دعویٰ کیا جائے۔ دیگر مذاہب کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے کسی اور مذہب میں خوبی تسلیم کی۔ تو اس سے ان کے اپنے مذہب پر زد پڑیگی۔ کیونکہ وہ اپنے مذہب میں کوئی زائد خوبی نہیں پیش کر سکتے۔ لیکن اسلام یہ کہتا ہے۔ کہ دنیا کے تمام مذاہب میں خوبیاں ہیں۔ لیکن اگر ان سب خوبیوں کو جمع کر لیا جائے۔ تو بھی اسلام ان سے بڑھ کر پیش کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ اسلام کی صداقت کی ناقابل تردید دلیل ہے۔

موجودہ زمانہ میں جبکہ مخالفین کی طرف سے اسلام پر طرح طرح کے حملے کئے جاتے۔ اور اسے نہایت کریہہ شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اسلام کی برتری اور فضیلت ثابت کی۔ آپ نے جہاں دنیا میں یہ صداقت قائم کی۔ کہ ہر مذہب میں خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ وہاں تمام مذاہب کے پیرووں کو یہ چیلنج بھی دیا۔ کہ اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذاہب کی خوبیاں پیش کریں لیکن کسی نے اسے منظور نہ کیا۔ اور کوئی اس بات کے لئے تیار نہ ہوا۔ اب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے جانشین اور آپ کے خلیفہ نے اعلان کر رکھا ہے۔ کہ اگر کسی میں ہمت ہو۔ تو سامنے آئے۔ اور اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کی خوبیاں پیش کرے۔ مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ فضیلت اسلام ہی کو حاصل ہے۔

میرا عقیدہ دربارہ نبوت مسیح موعودؑ

حال میں مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل نے اس نام سے مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کی ان تحریرات کا ایک مجموعہ بصورت رسالہ شائع کیا ہے۔ جو مسئلہ نبوت پر یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ نبوت و رسالت پر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو میں ان کے قلم سے نکلتی رہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آپ کے سامنے چھپکر جماعت میں اور دوسرے لوگوں میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ یہ رسالہ $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۴۸ صفحات پر شائع ہوا ہے۔

اس رسالہ میں شروع سے لے کر آخیر تک یہ التزام کیا گیا ہے۔ کہ کوئی لفظ بھی اپنی طرف سے نہ لکھا جائے۔ بلکہ سب کچھ مولوی محمد علی صاحب ہی کے قلم سے نکلا ہوا ہو۔ حتیٰ کہ رسالہ کا نام بھی مولوی محمد علی صاحب ہی کے الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ یہ اپنے رنگ کا بالکل نرالا ٹریکٹ ہے۔ جس میں مولوی محمد علی صاحب کے سابقہ عقائد کو انہی کے الفاظ میں نہایت عمدگی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مولانا موصوف کی یہ کوشش نہایت ہی قابل قدر اور لائق توصیف ہے۔ چھوٹے سائز کے ۴۸ صفحہ کا رسالہ عمدہ کاغذ اور کتابت کے ساتھ صرف اڑھائی آنہ میں مل سکتا ہے۔ احباب متعدد رسالے منگا کر غیر مبائعین میں تقسیم کریں۔

ملنے کا پتہ:۔ احمدیہ کتاب گھر قادیان

355

مراسلات

مولوی ثناء اللہ عیسائیوں کی حمایت میں

عیسائی اخبار "نور افشاں" میں مسٹر ہنوز وکیل کپورتھلہ نے اپنے چند پادریوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ مسیحیوں کا احمدیوں سے فیصلہ کن مناظرہ ہو جائے۔ اور اس کے لئے مسیحیوں کی طرف سے احمدیوں کو چیلنج دیا جائے۔ گو اس تجویز پر ابھی تک عمل نہیں ہوا۔ اور عیسائیوں نے کوئی چیلنج نہیں دیا۔ اور نہ معلوم ہے۔ کہ وہ دیں گے۔ یا نہیں لیکن اس کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار کی اشاعت کا بھی انتظار نہ کیا اور بذریعہ خط نور افشاں کو اپنی امداد کا یقین دلاتے ہوئے لکھا۔

"نور افشاں ۷ ار اپریل میں قادیانیوں کو مباحثہ کا چیلنج دیا گیا ہے۔ جس میں جماعت اہلحدیث کو بھی شرکت کی دعوت دی ہے اور ناظرین سے رائے طلب کی ہے ہم بصدق نیت اس مباحثہ کی تائید کرتے ہیں چیلنج میں مضمون مباحثہ گو اشارۃً معلوم ہو سکتا ہے تاہم صراحت ہونی چاہیئے کہ شان مسیح ناصری علیہ السلام اور شان مسیح قادیانی پر بحث ہوگی۔ جماعت اہلحدیث فریقین کی خدمت گزاری کو حاضر ہوگی"

جن الفاظ میں مولوی ثناء اللہ نے نور افشاں کو مخاطب کیا ہے۔ ان سے ظاہر ہے۔ کہ وہ الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق بن کر ہمارے مقابلہ میں عیسائیوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی ہمیں کوئی پروا نہیں۔ لیکن مولوی صاحب کو یہ حق کیونکر حاصل ہو گیا۔ کہ مناظرہ کے مضامین کی تعیین بھی انہوں نے خود شروع کر دی۔ عیسائیوں نے تا حال کوئی مضمون نہیں پیش کیا۔ بلکہ اعلان کے ان الفاظ سے کہ ایسا فیصلہ کن مناظرہ کیا جائے۔ کہ "ہر روز کی تو تو میں میں دور ہو جائے"۔ ظاہر ہے۔ کہ اس مناظرہ میں (اگر یہ قرار پا گیا) تمام اختلافی مسائل پر بحث ہوگی نہ کہ کسی ایک مضمون پر کیونکہ کسی ایک مضمون پر بحث ہو جانے سے ہر روز کی تو تو میں میں دور نہیں ہو سکتی۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب کی غیرت دینی چونکہ تمام مسائل اختلافی پر بحث کرنا گوارا نہیں کر سکتی۔ اس لئے عیسائیوں کے ساتھ تمام اختلافی مسائل پر بحث کر کے دنیا پر اسلامی مسائل کی صداقت اور عیسائی معتقدات کی بطالت ظاہر کرنے کی انہیں خواہش ہے اور نہ وہ اسے پسند کرتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نہیں چاہتے۔ کہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل کی صداقت پیش کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موعود نبی اور "وہ نبی" عیسائیوں کے مقابلہ میں ثابت کیا جائے۔ وہ اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ الیوم اکملت لکم دینکم کی سچائی ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں سے قرآن کریم کے کامل و الہامی کتاب ہونے پر "فیصلہ کن" بحث کی جائے۔ اسی طرح وہ نہیں چاہتے۔ کہ کفارہ۔ تحریف بائیبل تنسیخ کتب قدیمہ تثلیث وغیرہ عیسائیت کے بنیادی مسائل پر بحث ہو۔ اس لئے ان مضامین سے قطع نظر کر کے ایک فیصلہ کن مباحثہ میں صرف ایک ہی مضمون پر بحث کافی خیال کرتے ہیں۔ اور وہ مسیح اول و مسیح ثانی کی شان کا مضمون ہے۔

ایک غیر متعصب اور شریف مسلمان جسے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی کتب سے اور احمدیت سے ذرہ بھر بھی واقفیت ہوگی۔ وہ تمام غیر مذاہب کی نسبت احمدیت کو بہت قریب سمجھے گا۔ مگر مولوی ثناء اللہ کی اسلامی غیرت اس قدر مٹ گئی ہے اور ان کے تعصب و ضد کا یہ عالم ہے۔ کہ عیسائی و احمدی میں مناظرہ کا امکان دیکھ کر عیسائیوں کی امداد کے لئے تیار ہو گئے۔ حالانکہ حال ہی میں مولوی صاحب عیسائیوں کے متعلق لکھ چکے ہیں

"عیسائی لوگ مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے ماتحت زبانی جس نرمی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ وہ ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ دل موم ہو جاتا ہے۔ مگر جب معاملہ آ پڑتا ہے۔ تو یہ شعر بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔

سنگین دل است ہر کہ بظاہر ملائم است
پنہاں درون پنبہ نگفتہ دانہ را

پرانے واقعات بتانے کی ضرورت نہیں۔ نیا واقعہ سبق آموز کافی ہے۔ حافظ آباد میں ...... عیسائیوں کے دو مناظروں سے مباحثہ ہوا تھا۔ مباحثہ میں جو انہوں نے مسیح کی بھیڑوں کا نمونہ بصورت بھیڑیا دکھایا۔ وہ حاضرین ہی نے معائنہ کیا ہوگا" (اہلحدیث ۷ نومبر ۱۹۳۰ء)

پھر لکھا ہے۔ "آپ (سلطان پال) نے ان الفاظ میں جو جناب مسیح کی نرم تعلیم سے آپ نے حاصل کئے میرے حق میں مندرجہ ذیل الفاظ مکرر سہ کرر لکھے "تو بابی فرسودہ دماغ میں آپ (ثناء اللہ) کو آخری عمر تک قرآن پڑھا سکتا ہوں"۔ "نرے وہابی ہو"۔ "آپ نام کے اہلحدیث ہیں" "حلوے مانڈے کھانے والے تبر قالین"۔ "وہابی ہونے کی وجہ سے صرف نحو بھول گئے" (اہلحدیث ۷ نومبر ۱۹۳۰ء)

بقول خود اس قدر برا بھلا سننے کے بعد بھی مولوی ثناء اللہ احمدی جماعت کے مقابلہ میں ان کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔

اذا کان الطباع طباع سوء
فلا ادب یفید ولا ادیب

جب ان کی فطرت سلیمہ کا میلان اسی طرف ہے اور اعتقادی صورت میں وہ عیسائی ہو چکے ہیں۔ تو پھر کیوں اس کا ثبوت نہ دیں۔

ایک اور بات بھی غور طلب ہے۔ جو مولوی ثناء اللہ کی مسلم نما عیسائیت اور غیرت اسلامی کا پورا ثبوت ہے اخبار الفضل جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس تبادلہ میں جاتا ہے۔ اور جسے وہ بغور پڑھتے اور آئے دن اعتراضات شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس میں انہوں نے متعدد دفعہ احمدیوں کی طرف سے عیسائیوں کو چیلنج والے مضامین کا مطالعہ کیا لیکن باوجودیکہ ان مضامین میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں مختلف فیہا بڑے بڑے مسائل پر تحریری مناظرہ کا چیلنج دیا گیا تھا۔ لیکن مولوی صاحب کو اس طرف ذرہ توجہ نہ ہوئی۔ اور ان کے متعلق کسی ریمارک کو بھی انہوں نے اپنے اخبار میں جگہ نہ دی۔ کیا یہ باتیں اس امر کا ثبوت نہیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ کا کتنا ہی حملہ کریں پھر بھی وہ عیسائیوں کے طرفدار اور ان کی طرفداری میں اسلامی مسائل کی صداقت کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ سب کچھ احمدیت سے دشمنی کی وجہ سے کیا جا رہا ہے یہی حال پہلے یہود و نصاریٰ کا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں مشرکوں کی حمایت کرتے تھے خاکسار غلام احمد مجاہد

لاہور میں مسلمانوں کا جلسہ

مسلمانان لاہور کا ایک عام جلسہ زیر اہتمام جماعت احمدیہ مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں بصدارت جناب پروفیسر سید عبد القادر صاحب ایم اے ۱۰ مئی بوقت ۸ بجے شام منعقد ہوا جس میں جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب امریکن مسلم مشنری نے "اتحاد بین المسلمین" کے موضوع پر عالمانہ تقریر فرمائی۔ اور اپنے ایام سیاحت بلاد اسلامیہ کے تجربے کی بناء پر مسلمانوں کے موجودہ انحطاط کے وجوہ بیان فرماتے ہوئے تمام مسلمانوں کو مشترکہ خطرہ کا ملکر مقابلہ کرنے کی پر زور تلقین فرمائی نیز اس جلسہ میں منفصلہ ذیل قرار دادیں بالاتفاق منظور ہوئیں:-

یہ جلسہ ہندوؤں کے علانیہ جارحانہ تشدد کی مذمت کرتا ہے جس کا نظارہ آگرہ۔ بنارس مرزاپور کانپور اور دیگر مقامات پر ہوا اور بیگناہ اور بیکس مسلمان جنہیں مرد۔ عورتیں شیر خوار بچے اور نہایت ضعیف العمر نہایت بیدردی سے بیدریغ قتل کئے گئے۔ اور اس معاملہ میں کانگرسیوں کے طرز عمل پر اظہار نفرت کرتا ہے۔

یہ جلسہ ۵ اپریل ۱۹۳۱ء کی آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی کی قرار دادوں کی پر زور تائید کرتا ہوا۔ ان قرار دادوں کو جمہور مسلمانوں کے خیالات کا صحیح آئینہ یقین کرتا ہے۔ اور ملی زندگی کیلئے لازمی قرار دیتا ہے۔ نیز لکھنؤ کانفرنس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے

ان قرار دادوں کی نقول اخبارات اور جناب شفیع داؤدی صاحب پٹنہ کو بھی جائیں۔ خاکسار فضل کریم بی اے علیگ ایل ایل بی پلیڈر سکرٹری امور عامہ انجمن احمدیہ لاہور

موت کی گرم بازاری

اور امراض دق و سل کی تباہ کاریوں کے سیلاب کو دیکھ کر جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب۔ پی۔ ایم ایس نے ان لاعلاج امراض کا پوری تحقیق و تفتیش کے بعد علاج دریافت کر لیا ہے اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ دنیا کا کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کی دوا نہ پیدا کی گئی ہو۔ آپ نے متعدد عربی فارسی اور انگریزی کی طبی کتب سے ان امراض کے متعلق جو کچھ حاصل کیا ہے۔ اس کو البیان الکامل فی تحقیق الدق و السل کی صورت میں اس طرح یکجا کر دیا ہے کہ اس میں دق کی تعریف اور اس کے اسباب و علامات اس سے بچنے کے طریقے اور علاج نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہیں۔ کوئی کتب خانہ بلکہ کوئی گھر اس لاجواب کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔ قیمت فی جلد للعہ

ملنے کا پتہ: **شوکت تھانوی نزد محل امام باڑہ آغا باقر لکھنؤ**

وصیت ۳۴۱۵

میں اعظم علی ولد چوہدری رحمت علی قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال بیعت دسمبر ۱۹۲۹ء ساکن موضع کرتو ڈاکخانہ خاص تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ جنوری ۱۹۳۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے دسویں حصہ (۱/۱۰) کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ؛ اسوقت میری ماہوار آمد مبلغ ۱۰۰/- روپیہ ماہوار ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ فقط

العبد موصی

اعظم علی بی۔ ایس سی آنرز ایل ایل بی سب جج انڈر ٹریننگ راولپنڈی بقلم خود

گواہ شد۔ مخدوم محمد ایوب بی اے علیگ امیر جماعت احمدیہ بھیرہ حال راولپنڈی۔

گواہ شد۔ چوہدری مختار احمد ایاز بی۔ اے جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ راولپنڈی

وصیت ۳۳۷۴

میں عمر خطاب ولد ملک فتح خان قوم اعوان پیشہ زمینداری عمر ۳۴ سال بیعت ۱۹۰۵ء ساکن خوشاب ضلع شاہ پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ ۲ ۱۹۳۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت درج ذیل شدہ کوئی نہیں ہے۔ ایک احاطہ محدود جس میں تین کوٹھے ایک کوٹھہ خام اور دو پختہ خشت کے تیار شدہ ہیں جو اندر شہر خوشاب محلہ شہر انوالہ میں موجود ہے۔ اس جائداد نے تین جگہ تقسیم ہونا ہے۔ کیونکہ میری والدہ زندہ موجود ہے۔ اور میرے بھائی کے دو لڑکے اور اسکی بیوہ میرے ساتھ مشترکہ رہائش رکھتے ہیں۔ اس لئے ایک مکان خام و پختہ والدہ اور بیوہ و ان کی اولاد کو دیکر ایک کوٹھہ اپنی ملکیت میں جو جانب شمال اور پختہ ہے۔ رکھکر وصیت میں لاتا ہوں۔ جو تقریباً ۲۰۰ روپے کی مالیت رکھتا ہے۔ اسکا دسواں حصہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری تنخواہ آمد مقرر نہیں لیکن ۲۵ روپے ماہوار قرار دیتا ہوں۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار کے حساب وصیت بحق انجمن احمدیہ قادیان تحریر کرتا ہوں۔ اور اگر میں کوئی روپیہ بعد وصیت اپنی جائداد کی قیمت کے طور پر بحق انجمن احمدیہ داخل خزانہ کر دوں تو اسی قدر رقم اس سے منہا کر دی جائیگی۔ العبد عمر خطاب بقلم خود گواہ شد محمد ابراہیم سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ ننکانہ صاحب حال قادیان۔ گواہ شد۔ عنایت اللہ ولد چوہدری ثناء اللہ خان ساکن بہلولپور۔ ضلع سیالکوٹ ؛

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— ۸ مئی کو پنجاب کونسل میں یونیورسٹی کے پرچوں کے فاش ہونے اور آبیانہ و مالیہ میں پچاس فیصدی کی تخفیف پر بحث کرنے کے لئے التوائے اجلاس کی دو تحریکیں پیش ہونے والی تھیں۔ بعض سرکاری ارکان چونکہ اس کے خلاف تھے اس لئے انہوں نے کوشش کی۔ کہ ممبر شامل نہ ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے اجلاس نہ ہو سکا۔ پبلک کے نمائندوں کا سرکاری ارکان کے ہاتھ میں اس طرح کٹھ پتلی بننا بہت افسوسناک ہے۔

—— سول اینڈ ملٹری گزٹ کا لنڈنی نامہ نگار لکھتا ہے کہ لنکا شائر کے کارخانہ دار اس تجویز پر غور کر رہے ہیں۔ کہ مسلمان تاجران پارچہ کو مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی ضروریات کے مطابق برطانی ساخت کا کپڑا بہم پہونچائیں۔ اس تجویز پر جس قدر جلد ممکن ہو۔ عمل کرنا چاہیئے۔

—— شملہ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ گول میز کانفرنس کے مندوبین کا پہلا وفد یکم جولائی ۱۹۳۱ء تک انگلستان روانہ ہو جائیگا۔

—— برما کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ وہاں بغاوت زوروں پر ہے۔ کئی ایک نئے مقامات پر اس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ باغی سرکاری عمارات کو جلا رہے اور طرح طرح کے نقصانات پہونچا رہے ہیں۔ ہندوستانیوں کو تکلیف دی جاتی ہے۔

—— ۹ مئی کو لاہور میں پنجاب۔ سندھ اور سرحد کے ہندوؤں کی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ بھائی پرمانند نے اپنا صدارتی ایڈریس ہندی میں پڑھا۔ سبجکٹس کمیٹی میں جداگانہ انتخاب اور نشستوں کی تخصیص کی پرزور مخالفت کی گئی۔ اور طے پایا۔ کہ اگر انتخاب کا جھگڑا طے نہ ہو۔ تو اسے جمعیتہ الاقوام کے سپرد کر دیا جائے۔ صوبہ سرحد کو اصلاحات دینے اور سندھ کی علیحدگی کی مخالفت کی گئی۔ اور مطالبہ کیا گیا۔ کہ آئندہ گول میز کانفرنس میں ہندوؤں کے نمائندے ہندو مہا سبھا سے لئے جائیں۔

—— ہندو نوجوانوں کی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر مونجے نے کہا اگر مسلمان اتحاد نہیں کرتے تو ان کی کوئی پرواہ نہ کرو۔ رنجیت سنگھ بیک وقت انگریزوں اور پٹھانوں سے لڑتا رہا۔ سیواجی نے ایک ہی وقت میں تین طرف جنگ شروع کر رکھی تھی۔ اگر اتحاد چاہتے ہو۔ تو مسجد میں چلے جاؤ۔ لیکن اگر اپنا مذہب اور تہذیب قائم رکھنا چاہتے ہو۔ تو اس کا رستہ دوسرا ہے۔

—— خیال کیا جاتا ہے کہ مئی کے اواخر میں مختلف خیال زعماء کی ایک کانفرنس شملہ میں منعقد ہو گی۔

—— ایک ممبر نے کپورتھلہ سٹیٹ اسمبلی میں یہ قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب یورپ کے تفریحی سفر ترک کر دیں۔ اور آمدنی کا صرف ½ حصہ اپنی ذات کے لئے مخصوص کریں

—— شیفیلڈ یونیورسٹی کے ایک ہندو طالب علم کی لاش ریلوے لائن پر نہایت خراب حالت میں پڑی ہوئی ملی۔ وجہ قتل معلوم نہیں ہوئی۔

—— ۵ مئی کے بعد پنڈت مالوی شملہ میں وائسرائے سے ملیں گے ہندوؤں کے عدم تعاون لیڈروں کی حکام بالا کی آستان بوسی قابل تعجب ہے۔

—— معاصر ہندوستان ٹائمز کا نامہ نگار شملہ لکھتا ہے۔ کہ حکومت اخبارات کے لئے ایک نیا قانون بنانے کا ارادہ رکھتی ہے چنانچہ وائسرائے ہند اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔

—— سری رنگم میں ایک ہندو عورت نے افلاس سے تنگ آ کر معہ تین بچوں کے دریا میں کود کر خودکشی کر لی۔ ہندوستان میں غربت کے ہاتھوں آئے دن ایسے دردناک واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

—— ترچناپلی کے قریب ہندوؤں نے ایک تقریب پر مسجد کے سامنے عمداً جا کر باجہ بجایا۔ اور مسلمانوں کی درخواستوں کو ٹھکرا دیا۔ جس پر فساد ہو گیا۔ اور کئی آدمی زخمی ہو گئے۔

—— کولمبو میں ایک چپراسی بنک سے آٹھ ہزار روپیہ لا رہا تھا۔ کہ راستہ میں ڈاکوؤں نے خنجروں سے اس پر حملہ کر کے اسے لوٹ لیا۔ اور پاس ہی کھڑی ایک موٹر پر چڑھ کر فرار ہو گئے۔

—— کلکتہ پولیس نے ایک مقامی کالج کے ایک طالب علم کے کمرے کی تلاشی لی۔ اور اس کے ٹرنک سے سات خنجر برآمد ہوگئے۔ ہندوؤں کی فراہمی سامان حرب قابل داد ہے۔

—— سری نگر کو جانے والی سڑک چناری پڑاؤ کے قریب پہاڑ گر جانے کی وجہ سے بند ہو گئی ہے۔ اور تقریباً دو ہفتہ تک جاری نہ ہو سکے گی۔ اس لئے کشمیر کو جانے والے جموں کے راستہ جائیں۔

—— سیاسی کارکن مفتی نثار احمد صاحب کانپوری جو حج کے لئے حجاز گئے ہوئے تھے جدہ میں فوت ہو گئے۔

—— لاہور ۱۱ مئی آج پنجاب کونسل میں یونیورسٹی کے پرچے فاش ہونے پر زبردست بحث ہوئی۔ تقریباً تمام ہندو ارکان نے قرارداد مذمت کی مخالفت کی لیکن قرارداد کثرت رائے سے منظور ہو گئی۔ سردار حبیب اللہ خان نے مطالبہ کیا تھا۔ کہ حکومت یونیورسٹی ایکٹ میں ترمیم کا انتظام کرے۔ لیکن صاحب صدر نے رولنگ دیا کہ یونیورسٹی محکمہ منتقلہ ہے۔ اس لئے کونسل کے ہر رکن کو اختیار حاصل ہے کہ وہ مسودہ قانون ترمیم پیش کرے پچاس فیصدی تخفیف مالیہ کی قرارداد بھی کثرت رائے سے منظور ہو گئی۔ وزیر مال نے دوران تقریر میں کہا کہ حکومت کو زمینداروں سے پوری ہمدردی ہے۔ لیکن تخفیف مالیہ سے حکومت کو ڈھائی کروڑ کا خسارہ ہوگا۔ جس کا تخفیف عملہ سے پورا کرنا غیر ممکن ہے۔ اگر ہندو ارکان زمیندار بھائیوں کو واقعی فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ تو وہ ہندو ساہوکاروں کو آمادہ کریں۔ کہ وہ زمینداروں کو ایک سال کا سود معاف کر دیں۔ اس سے زمینداروں کو چار سال کا مالیہ مفت مل جائے گا۔

—— کپتان سکندر حیات خاں نے تحریک کی کہ مسودہ قانون ترمیم ایکٹ انتقال اراضی جو سلیکٹ کمیٹی منظور کر چکی ہے۔ ہوس کے سامنے رکھا جائے۔ یہ تحریک بھی پاس ہو گئی

مسلمانان ہند کے ۱۰ مئی کے جلسے

۱۰ مئی کو مسلمانان ہند نے مختلف مقامات میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس کی قراردادوں کی حمایت میں جو جلسے کئے۔ ان کے متعلق حسب ذیل مقامات کی اطلاعیں ہمیں موصول ہوئی ہیں:-

(۱) احاطہ اسلامیہ سکول ڈیرہ دون میں ایک جلسہ زیر صدارت جناب سید مجتبیٰ حسین صاحب ایم اے ایل ایل بی صدر تنظیم کمیٹی ڈیرہ دون منعقد ہوا جس میں سب فرقوں کے اصحاب بکثرت شریک ہوئے۔

(۲) بمقام کرڈیانہ تھانہ آدم پور کے دیہاتی مسلمانوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں تھانہ کے مسلم دیہات میں سے اڑھائی تین سو کے قریب مسلمان جمع ہوئے۔ اور چودھری غلام محی الدین خان صاحب سفید پوش کرڈیانہ بالاتفاق رائے صدر جلسہ منتخب ہوئے۔

(۳) خانیوال میں مسلمانوں کا ایک بھاری اجتماع زیر صدارت جناب خان صاحب چودھری محمد بخش صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر منعقد ہوا۔

(۴) مسلمانان بھیرہ کا جلسہ زیر صدارت خان بہادر شیخ منیر حسین صاحب بی اے (علیگ) منعقد ہوا جس میں ہر فرقہ اسلام کے لوگ شامل تھے۔

(۵) انجمن اسلامیہ ٹیرا کا غیر معمولی جلسہ زیر صدارت خان بہادر صدیق الرحمن صاحب منعقد ہوا جس میں جداگانہ انتخاب اور آل مسلم پارٹیز کانفرنس کی تائید میں متفقہ طور پر قراردادیں منظور کی گئیں۔

ملتان بہادر مولوی عبدالعزیز صاحب [illegible] کی زیر صدارت [illegible] منعقد ہوا [illegible] آل مسلم کانفرنس [illegible] کی گئیں۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا